کیا یہ حقیقت نہیں کہ مرتے وقت لوگ سچائی تسلیم کرتے اور ایمان لاتے ہیں؟

انسان کو توبہ یعنی صحیح راہ پر پلٹ آنے اور صالح روش اختیار کرنے کیلئے مہلت دی جاتی ہے۔

وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ

’’مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں

حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٔـٰنَ

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کی موت آن پہنچتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی‘‘ (حوالہ النساء۔۱۸)

حَضَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اور معنی ’’وہ آیا‘‘، ’’وہ حاضر ہوا‘‘۔ موت آن پہنچنے پر اس انسان کو کوئی خبردار یا نصیحت نہیں کر رہا بلکہ اُس وقت وہ خود اپنے آپ کو غلط سمجھتا ہے، جس بات اور روش کو مانتا اور اس پر کاربند رہا تھا اسے غلط قرار دیتا ہے اور اس سے پلٹنے کا اعلان کرتا ہے۔

قربِ مرگ پر توبہ کرنا نفع بخش نہیں ہے۔ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ یعنی توبہ ان کیلئے بھی نہیں ہے جو زندگی بھر کافر رہنے کے بعد موت کے وقت توبہ کریں اور ایمان لانے کا کہیں۔ زمانہ قبل میں گزرے لوگوں کے متعلق بتاتے ہوئے فرمایا

فَلَمَّا رَأَوْا۟ بَأْسَنَا قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِۦ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾

’’پھر جب انہوں نے ہماری سختی دیکھی تو بولے ’’ہم اللہ پر جو اکیلا ہے ایمان لاتے ہیں

اور ان کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم اس کے ساتھ شریک کرتے تھے‘‘

فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَـٰنُهُمْ لَمَّا رَأَوْا۟ بَأْسَنَا ۖ

مگر ان کا ایمان لانا انہیں نفع نہیں دے سکتا تھا جب انہوں نے ہماری سختی کو دیکھ لیا

سُنَّتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى قَدْ خَلَتْ فِى عِبَادِهِۦ ۖ

یہ اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا ہے۔

وَخَسِرَ هُنَالِكَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝

اور اس وقت کافر نقصان میں رہتے ہیں‘‘ (غافر۔۸۴۔۸۵)۔

عذاب آنے پر اور قیامت برپا ہونے ہر کوئی ایمان لانے کا متمنی ہوگا۔ ارشاد فرمایا

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾

''آپ (ﷺ) ان سے پوچھیں ''ذرا غور کر کے بتاؤ اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آ جائے

یا آخری گھڑی آن پہنچے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو چاہو، پکارو گے؟ بولو اگر تم سچے ہو'' (الانعام۔۴۰)

مشرکین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ایمان لانے کیلئے کیا وہ ان باتوں کے منتظر ہیں:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِىَ بَعْضُ ءَايَـٰتِ رَبِّكَ

''کیا وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا تیرا رب آ جائے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آ جائے؟''

لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَـٰنُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِىٓ إِيمَـٰنِهَا خَيْرًا

''کسی ایسے شخص کو ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا

یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کمائی ہوگی اسے اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا'

قُلِ ٱنتَظِرُوٓا۟ إِنَّا مُنتَظِرُونَ ○ کہہ دیں ''انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں''۔ (حوالہ الانعام۔۱۵۸)

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُهُۥ بَيَـٰتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ ٱلْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾

'آپ (ﷺ) کہیں ''کیا تم نے غور کیا کہ اگر تم پر اس کا عذاب رات میں یا دن کو آ جائے تو یہ مجرم اس میں سے کیا جلدی مانگ رہے ہیں؟

أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ءَامَنتُم بِهِۦٓ ۚ ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِۦ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾

تو پھر کیا جب وہ عذاب آن ہی پڑے گا تو اس وقت تم اس پر ایمان لاؤ گے؟

(تم ایمان لاؤ گے) مگر اب؟ اور تم تو اسے جلدی مانگتے تھے!'' (یونس۔۵۰۔۵۱)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ

''کیا یہ لوگ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آ جائیں یا تیرے رب کا حکم پہنچ جائے۔

كَذَٰلِكَ فَعَلَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

اسی طرح ان سے قبل زمانے کے لوگوں نے بھی یہی فعل کیا

وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَـٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے'' (النحل۔۳۳)۔

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ ٱلْأَوَّلِينَ ’’تو کیا یہ لوگ بھی پہلوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں؟

فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَبْدِيلًا اور اللہ کا دستور تو کبھی تبدیل ہوتا نہیں پائے گا

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَحْوِيلًا ٥ اور اللہ کے دستور میں تو کبھی تغیر واقع ہوتا بھی نہیں پائے گا‘‘ (حوالہ فاطر۔۴۳)

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً

’’تو کیا وہ صرف اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے‘‘

فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ ٥

’’اس لئے پھر جب وہ ان پر آن پہنچے گی تو اس (قرآنِ مجید) کی نصیحت سے انہیں کیا حاصل ہوگا؟‘‘ (حوالہ سورۃ محمد ﷺ۔۱۸)۔

لوگوں کی بغیر آثار علم کے ثبوت اور کتاب سے ماوراء تخیل سے اختراع کی ہوئی باتوں میں مگن رہنے کا وقت اب ختم ہو چکا ہے

صٓ ۚ وَٱلْقُرْءَانِ ذِى ٱلذِّكْرِ ﴿١﴾

’’صٓ۔ نصیحت دینے والا قرآن (مجید) گواہ ہے۔

بَلِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فِى عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ﴿٢﴾

مگر اس کے باوجود انکار کرنے والے گھمنڈ اور ضد میں ہیں۔

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ فَنَادَوا۟ وَّلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ﴿٣﴾

ان سے قبل ہم نے کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر ڈالا، پھر اس وقت وہ پکارے مگر خلاصی کا وقت ختم ہو چکا تھا‘‘ (سورۃ صٓ۔۱۔۳)

روز آخرت ہر کوئی ایمان لانے کیلئے کہے گا۔ ارشاد فرمایا

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ فَزِعُوا۟ فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا۟ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾

’’اور اگر آپ دیکھ سکتے جب (روز قیامت) وہ دہشت زدہ ہوں گے، پھر وہ بچ نہ سکیں گے (کہ راہ فرار نہ ہوگی)

اور قریبی جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔

وَقَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِهِۦ وَأَنَّىٰ لَهُمُ ٱلتَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾

اور کہیں گے ’’ہم اس (آپ ﷺ پر) وحی کئے گئے قرآنِ مجید) پر ایمان لائے‘‘ مگر ایک ’’دور مقام‘‘ پر وہ اسے کیسے لے سکتے ہیں؟

وَقَدْ كَفَرُواْ بِهِۦ مِن قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِٱلْغَيْبِ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾

اور اُس سے قبل وہ اس کا انکار کر چکے تھے، اور بن دیکھے نشانے مارتے رہے ہیں ایک ''دور جگہ پر'' (سباء۔۵۱۔۵۳)۔

آج ان لوگوں کا رویہ یہ ہے:

قٓ ۚ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْمَجِيدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوٓاْ أَن جَآءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ ٱلْكَـٰفِرُونَ

هَـٰذَا شَىْءٌ عَجِيبٌ ﴿٢﴾ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۖ ذَٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيدٌ ﴿٣﴾

''ق۔ قرآنِ مجید گواہ ہے۔ مگر انہیں تعجب ہے کہ ان کے پاس انہی میں ایک خبردار کرنے والے آ گئے ہیں۔ اس لئے کافر کہتے ہیں

''یہ عجیب بات ہے! کیا جب ہم مر چکے اور مٹی ہو چکے ہوں گے (تو ہماری واپسی ہوگی)! یہ واپسی بہت دور ہے'' (سورۃ قٓ۔۱۔۳)۔

یہ انداز ہے بن دیکھے نشانے مارنے کا۔ دعوے سے کہہ دیتے ہیں واپسی بہت دور ہے۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُۥ بَعِيدًا ﴿٦﴾ ''وہ اسے دور دیکھتے ہیں'' (المعارج۔۶)

اہل کتاب کی اکثریت کے متعلق بتایا

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِۦ حَتَّىٰ يَرَوُاْ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾

''وہ اس (قرآنِ مجید) پر ایمان نہیں لائیں گے اس وقت تک یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں گے

فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾

اور وہ ان پر اچانک آئے گا جب انہیں خیال بھی نہ ہوگا

فَيَقُولُواْ هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾

اس لئے کہیں گے ''کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟'' (الشعراء۔۲۰۱۔۲۰۳)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾

''کیا وہ صرف اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے جب انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو؟''

ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾

''جس دن دوست دشمن بن جائیں گے، سوائے متقین کے'' (الزخرف۔۶۶۔۶۷)

انسانوں کی اکثریت بعض باتوں اور عذاب سے ہلاکت اور روز قیامت کے متعلق شک میں مبتلا رہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کوان شکوک سے نجات دینے کیلئے قرآنِ مجید نازل فرمایااوراس میں بتایا:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِى هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَـٰنُ أَكْثَرَ شَىْءٍ جَدَلًا ۝٥٤

''اورہم نے اس قرآن (مجید) میں لوگوں کیلئے ہرقسم کی مثال طرح طرح سے بیان کردی ہے مگرانسان اکثر باتوں میں جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓا۟ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّهُمْ

اور لوگوں کو، جب ان کے پاس الہدیٰ (قرآنِ مجید) آ گیا، کسی بات نے ایمان لانے اور اپنے رب کی بخشش چاہنے سے نہیں روکا

إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ ٱلْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ ٱلْعَذَابُ قُبُلًا ۝

سوائے اس لئے تاکہ ان کو بھی پہلے لوگوں کی روایت پہنچے یا (روز قیامت کا) عذاب ان کے آمنے سامنے آن موجود ہو'' (الکہف ۵۴۔۵۵)

ان لوگوں کی بھی ذہنی کیفیت وہی ہے جوان سے قبل کے انکار کرنے والوں کی تھی

إِنَّهُمْ كَانُوا۟ فِى شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝ ''بیشک وہ پریشان کن شک میں تھے'' (حوالہ سباء۔۵۴)۔

اسی طرح اہل کتاب میں سے بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں نے ایک جھوٹا اعلان کیا تھا

إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ

''ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) رسول اللہ کو'' (حوالہ النساء۔۱۵۷)۔

عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے اس گروہ نے اللہ کا رسول مانا ہی نہیں تھا۔انہیں عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق شک اور تذبذب تھا۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ

''اور حقیقت یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے انہیں قتل کیا اور نہ انہیں صلیب پر لے جایا گیا بلکہ انہیں اس معاملے میں شبے میں ڈالا گیا تھا''۔

بنی اسرائیل اس علاقے کے حکمران، مقتدر نہیں تھے اور سزائے موت دینے کا اختیار صرف اور صرف **(Roman Procurator)** رومی حکمران کے پاس تھا۔اور اُس وقت کے یہودی اکابرین کا شک وشبہ ان کے اپنے اعلان میں موجود ہے جس سے وہ عام لوگوں کو تاثر دینے کی کوشش کرر ہے تھے کہ ''رسول اللہ'' ہی قتل ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے منہ کی اس بات کی بھی دوٹوک نفی فرمائی ہے کہ انہیں صلیب پر لے جایا گیا تھا۔انہیں صلیب پر بھی نہیں لٹکایا گیا تھا۔

وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ

''اور جولوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں بیشک وہ اس معاملے میں نرے شک میں مبتلا ہیں۔

ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان کی پیروی کرتے ہیں'' (حوالہ النساء۔۱۵۷)۔

اللہ تعالیٰ کی اس بات سے اختلاف کرنے والے محض شک کی بناء پر ایسا کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ قتل کیا گیا تھا اور صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ یہ ان کا محض گمان ہے۔ اس بات کیلئے ان کے پاس علم پر مبنی کوئی شہادت نہیں۔ لیکن ان کا یہ شک ختم ہوگا

وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے قبل اس (آیت ۱۵۷۔۱۵۸ میں بیان کردہ قتل اور مصلوب نہ ہونے کی) حقیقت کو مان نہ لے۔ اور قیامت کے روز وہ ان پر (سورۃ المائدہ کی آیت ۱۱۶۔۱۱۷ میں بیان) گواہی دیں گے '' (النساء۔۱۵۹)۔

اہلِ کتاب میں بنی اسرائیل اور نصاریٰ شامل ہیں۔ آیت مبارکہ میں کہا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے پہلے اس حقیقت کو مان نہ لے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے زمانے سے لے کر روز قیامت تک تمام کے تمام اہل کتاب اس میں شامل ہیں کیونکہ آیت میں کسی ایک کو بھی استثنا نہیں دیا گیا۔ مرتے وقت انسان ایمان لانے اور مسلمان بننے کا اعلان کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ وہ ایمان لایا اور ایمان لانے کا مطلب قرآنِ مجید کو ماننا ہے اور قرآنِ مجید کو ماننے کا مفہوم اہل کتاب کیلئے ان حقیقتوں کو تسلیم کرنا بھی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس میں بیان ہوئی ہیں۔ ایمان اور صالح عمل لازم وملزوم ہیں۔ مرتے وقت ایمان لانے والی بات اُس انسان کی یادداشت میں محفوظ ہے۔ اس لئے بعد از موت جب اسے زندگی (عذاب قبر کیلئے) دی جاتی ہے تو کہتا ہے:

حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ

''یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی ایک کی موت واقع ہو چکی ہوگی تو وہ کہے گا ''میرے رب مجھے واپس بھیج، لوٹا دیں تا کہ میں اس (دنیا) میں صالح عمل کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں'' (المومنون آیت ۹۹ اور ۱۰۰ کی ابتدا)۔

جَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس شخص کو موت آ چکی ہے۔ یہ مر چکا ہے۔ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْن ۔ اِرْجِعُوْنِ امر کا صیغہ جمع مذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے یہ شخص تعظیماً استعمال کر رہا ہے۔ اِرْجِعُوْن کا مادہ '' ر ج ع '' ہے اور اس کے معنی پلٹنا، لوٹنا، واپس ہونا ہیں۔ پہلی حالت کی طرف لوٹ جانا۔ رب العزت سے یہ شخص تھوڑی مہلت، زندگی کی مزید مدت نہیں مانگ رہا بلکہ کہہ رہا ہے ''مجھے واپس بھیج دیں، لوٹا دیں''۔ یہ شخص کیوں اور کہاں واپس جانا چاہتا ہے؟ کیوں اور کہاں لوٹنا چاہتا ہے؟ وہ خود بتاتا ہے لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ''تا کہ صالح عمل کروں اس (دنیا، جہان) میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں''۔ ''فِي'' ظرف مکان ہے جیسے جگہ، دنیا۔ تَرَكْتُ کا مادہ '' ت ر ک '' ہے جس کے معنی چھوڑ دینا، ڈال دینا، خالی کر دینا ہیں۔ یہ واضح ہے کہ یہ بات وہ اپنی زندگی میں مرتے وقت نہیں کہہ رہا۔ یہ بات اس وقت کہہ رہا ہے جب وہ مر کر دنیا چھوڑ چکا ہے اور اس میں واپس جانے کا خواہشمند ہے۔ اور یہ شخص یہ بات یوم (بعث) قیامت میں بھی نہیں کہہ رہا کیونکہ اس کی دنیا میں واپس بھیجنے کی درخواست کے متعلق بتایا:

كَلَّآ ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ

''نہیں (اس نے صالح عمل نہیں کرنا) یہ تو محض ایک جملہ ہے جو وہ کہے گا۔

اور ان تمام کے پیچھے آڑ (برزخ) ہوگی اس یوم بعث تک جب اٹھائے جائیں گے'' (حوالہ المومنون۔۱۰۰)

شک رفع ہو جائے تو انسان سچائی مان لیتا ہے، اس حقیقت پر ایمان لے آتا ہے۔ انسان کی جب موت آن پہنچتی ہے تو اس کے شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت کو تسلیم کر لیتا ہے۔ موت سے پہلے سچائی اور حقیقت کو مان لینے والی بات میں کوئی الجھاؤ یا ابہام نہیں۔ فرعون کو جس حقیقت کے متعلق زندگی بھر شک رہا تھا اس نے موت کے وقت، مرنے سے قبل اسے تسلیم کر لیا تھا۔ فرعون اور آلِ فرعون کی موت کا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُۥ بَغْيًا وَعَدْوًا

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتارا۔ پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا پکڑنے کی کوشش اور دشمنی سے''۔

فرعون اور آلِ فرعون نے سمندر کو درمیان میں سے پھٹتے ہوئے دیکھا، سر کی مانگ کی مانند درمیان میں خشک راستہ بنتے ہوئے دیکھا جس پر موسیٰ اور ھارون علیہم السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو پاپیادہ پار ہوتے ہوئے بھی دیکھا لیکن اس قدر حیرت انگیز منظر کو دیکھنے کے باوجود ان کی آنکھیں نہ کھل سکیں اور عقل وفہم کے دریچوں کو بند رکھتے ہوئے اپنے آپ اور لشکروں کو سمندر میں اتار دیا۔ یہ اس کا اپنا دانستہ فعل تھا ''الزام اسی پر تھا''۔ انہیں پکڑنے کی ضد میں خود بھی سمندر میں اتر گئے۔

حَتَّىٰٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ ٱلْغَرَقُ

''یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) غرق ہونے لگا

قَالَ ءَامَنتُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱلَّذِىٓ ءَامَنَتْ بِهِۦ بَنُوٓاْ إِسْرَٰٓءِيلَ وَأَنَا۠ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ○

تو پکارا ''میں مانتا ہوں کہ کوئی اِلٰہ نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں مسلموں میں سے ہوں'' (یونس۔۹۰)

کل قوم سے خطاب میں کہتا تھا أَنَا۠ رَبُّكُمُ ٱلْأَعْلَىٰ ''میں ہوں تمہارا اعالی مرتبہ رب'' (حوالہ النازعات۔۲۴)

اور ڈوبتے ہوئے پکارتا ہے أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ''میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

ایک قابل غور نکتہ یہ ہے کہ موسیٰ اور ھارون علیہم السلام اور ایمان والے نے فرعون کے سامنے اسلام اور مسلمان کی اصطلاح استعمال نہیں کی

تھی۔ جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد (فرعون کی دھمکی پر) اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں مسلمان کی حیثیت، حالت میں موت آئے۔ اس سے واضح ہے کہ اُس وقت کے مصر میں ایمان لانے والوں کی معاشرے میں شناخت، نام مسلمان تھا۔ اور فرعون کو بھی معلوم تھا کہ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ کو ماننا مسلمان بننے اور کہلانے کی بنیادی شرط ہے کہ اس نے ایمان لانے کی ندا پہلے لگائی اور پھر اپنے آپ کو مسلمان کہا۔ جس ایک حقیقت کے متعلق زندگی بھر شک میں رہ کر انکار کرتا رہا تھا موت کے وقت تسلیم کرلیا۔ فرعون نے پلٹنے میں دیر کردی تھی۔ کائنات کے اصول اٹل ہیں۔ فرعون کے ایمان لانے کے اعلان کو اہمیت نہیں دی گئی کہ قانون یہی ہے۔

اس کی پکار کا جواب یہ تھا

ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾

"کیا اب! اگر پہلے تو تونے نافرمانی کی اور تو فسادیوں میں تھا" (سورۃ یونس۔۹۱)۔

اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے انکاری ہیں اور نہ روز قیامت کے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق شک وتردد میں ہیں حالانکہ یہ حقیقت عیاں ہے

ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ ٱلْحَقِّ ٱلَّذِى فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾

"یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم۔ ثابت ہو چکا وہ قول (وہ حقیقتِ عیاں) جس میں لوگ شک وتردد کرتے ہیں" (مریم۔۳۴)

اہل کتاب (بنی اسرائیل اور نصاریٰ) میں سے ہر کوئی اپنی موت کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قتل اور مصلوب نہ ہونے کی حقیقت کو تسلیم کرلیتا ہے کیونکہ فرعون کی طرح سبھی ایمان لانے کا اعلان کرتے ہیں۔

انسان اِدھر اُدھر کی من گھڑت، سنی سنائی باتوں اور روایتوں میں الجھ کر غافل نہ ہو بلکہ کتاب پر رہے تو راہ سے پھسلتا نہیں۔

ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں کو اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

فَإِن زَلَلْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ ٱلْبَيِّنَـٰتُ

"پھر اگر تم پھسل، لغزش کھا گئے، ہٹ گئے اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح اور کھلے دلائل آ چکے ہیں

فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥

تو جان لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے" (البقرۃ۔۲۰۹)۔

لیکن لوگ ہیں کہ پہلو بدل بدل کر فریب اور حجتیں کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ ٱلْغَمَامِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ ۚ

"کیا وہ (ایمان لانے اور اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کے لئے) صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ

اللہ اور فرشتے بادلوں کے سائے میں آن موجود ہوں اور معاملے کا فیصلہ ہو جائے؟" (حوالہ البقرۃ۔۲۱۰)۔

اور المنافقون کی آیت ۱۰ میں فرمایا:

وَأَنفِقُواْ مِن مَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ أَحَدَكُمُ ٱلۡمَوۡتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوۡلَآ أَخَّرۡتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٖ قَرِيبٖ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۝١٠

''اور خرچ کرو اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آن پہنچے پھر وہ کہے ''میرے رب! تو نے کیوں مجھے تھوڑی مدت تک اور مہلت نہ دی کہ میں صدقہ (خرچ) کرتا اور صالحین میں ہو جاتا''۔

روز قیامت کے متعلق کافر شک اور تذبذب کا شکار ہیں۔ آج وہ اسے ایک تخیل قرار دیتے ہیں۔ انہیں یاد دلایا جائے گا:

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقّٞ وَٱلسَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيهَا قُلۡتُم مَّا نَدۡرِي مَا ٱلسَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنّٗا وَمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِينَ ۝٣٢

اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اس گھڑی کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ''ہمیں اس کا ادراک نہیں کہ وہ ساعت کیا ہے۔ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ یہ صرف تخیلاتی بات ہے۔ اور ہم کوئی یقین کرنے والے نہیں'' (الجاثیۃ۔۳۲)۔

روز قیامت کے متعلق کافر شک اور تذبذب کا شکار ہیں اور اسے محض تخیل قرار دیتے ہیں اس لئے ایمان لانے کی دعوت اور اُس دن سے خبردار کئے جانے پر اسے سچ ماننے کیلئے فیصلے کے دن کی حتمی تاریخ بتانے پر اصرار کرتے ہیں۔ لیکن قرآنِ مجید کی بیّن آیات کے باوجود بعض ایمان کا دعویٰ رکھنے اور مسلم کہلانے والے لوگ بھی نہ جانے کیوں پھسل کر تذبذب کی اس دلدل میں دھنس گئے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ قرآنِ مجید نے لوگوں کا سوال بھی بتایا ہے اور اس کا دوٹوک جواب بھی دیا ہے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا ٱلۡفَتۡحُ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ۝٢٨

'اور وہ کہتے ہیں کہ بتاؤ یہ فیصلہ کب رکس تاریخ ہوگا اگر تم لوگ سچے ہو۔

قُلۡ يَوۡمَ ٱلۡفَتۡحِ لَا يَنفَعُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِيمَٰنُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنظَرُونَ ۝٢٩

آپ (ﷺ) فرمادیں ''فیصلے کے دن کافروں کو اُن کا ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ اور نہ انہیں (مزید) مہلت دی جائے گی''۔

اس جواب کے بعد بھی اگر بعض لوگ، چاہے کوئی ہوں، اس پر بضد ہیں کہ انہیں قیامت کی تاریخ، زمانے اور نشانیوں کا علم معلوم ہو

فَأَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَٱنتَظِرۡ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ۝٣٠

''اس لئے آپ (ﷺ) ان لوگوں سے اعراض برتیں اور آپ انتظار کریں، وہ تو انتظار میں ہیں ہی'' (سورۃ السجدہ۔۲۸۔۳۰)۔

یارب! ہمیں معاف کر اور پناہ دے اس بات سے کہ ہم ان لوگوں میں شمار ہوں جن سے اعراض برتنے کیلئے تو نے آقائے نامدار ﷺ کو

نصیحت فرمائی ہے۔ یارب! آقائے نامدار ﷺ ہمارے "سلطان" ہیں اور ہمیں اس میں قطعی کوئی ریب نہیں کہ جس سے "سلطان" نے نظرکرم ہٹالی ذلت و بربادی اس کا مقدر بن جائے گی۔ یارب! تیرے اور آقائے نامدار ﷺ کے روز قیامت کے متعلق فرمان پر ہمیں کوئی تردد نہیں کہ یہ ہم پر اچانک آئے گی اور ہمیں معلوم نہیں کہ لمحہ جاتا ہے کہ تو اسے برپا کردے کیونکہ

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ "سوائے اللہ کے کوئی نہیں ظاہر کرسکتا کہ کس وقت وقوع ہوگی"۔

اور نہ ہی ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو (حَفِيٌّ عَنۡهَا) اس کی کھوج اور تحقیق میں لگے ہوئے ہیں۔

مادہ "ح ف ی" کے معنی ننگے پاؤں چلنا، کاوش اور اضطراب۔

یارب! ہمیں تیری بتائی ہوئی اس "حدیث" پر یقین کامل ہے اس لئے تو اب ہمیں ہنسنے نہیں رونے والوں میں سے کردے کہ سربسجود رہیں۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لمحہ صبح وشام۔

قرآنِ مجید اس کا راوی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ اور قرآنِ مجید کا انکار کرنے والے بصد اصرار یہ پوچھتے رہے کہ روز قیامت کب ہوگا، یہ نزدیک ہے یا دور ہے لیکن انہیں کبھی اس بات کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ انہیں واضح کیا کہ آقائے نامدار ﷺ کو اس کا ادراک نہیں اور انہیں سمجھایا گیا کہ اُس دن ایمان لانا ان میں سے کسی کو فائدہ نہیں دے گا۔ اس طرح آقائے نامدار ﷺ کی حیات مبارک میں موجود انکار کرنے والے لوگوں کو واضح کر دیا گیا تھا کہ یہ دن اُن لوگوں کی اپنی زندگی میں آسکتا ہے۔

کیا یہ بات عجیب اور ناقابل فہم تصور نہیں ہوگی کہ جن لوگوں کو آخرت کے متعلق تذبذب ہے، جنہیں آخرت کے متعلق شکوک و شبہات ہیں، جنہیں اس کے وقوع پذیر ہونے کے زمانے کو حتمی انداز میں بتائے جانے پر اصرار ہے انہیں تو اُس کے متعلق کچھ بھی نہ بتایا جائے اور جن لوگوں کے متعلق یہ فرمان ہے وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ ۝ "اور انہیں آخرت کا یقین ہے" (حوالہ البقرۃ۔۴)

وَهُم بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ ۝ "اور انہیں آخرت کا یقین ہے" (حوالہ النمل۔۳، لقمان۔۴) ایسے لوگوں کو ان کے یقین کے باوجود قیامت کے دن کے متعلق طرح طرح کی نشانیاں اور زمانے کا تعین بھی کر دیا جائے؟ اگر اس بات میں کچھ بھی حقیقت ہوتی کہ "عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں واپس آئے بغیر قیامت نہیں آئے گی" تو انکار کرنے اور پوچھنے والوں کو یہ بات بتانے میں حرج کیا تھا؟